تار کا پتہ "انجمن" علی گڑھ

رجسٹرڈ نمبر ال ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

ہمارِی زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۵ | علی گڑھ | ایڈیٹر :- آل احمد سرور | یکم اگست ۱۹۵۱ء | نمبر ۱۵

انجمن کی خبریں

راجستھان جے پور ۲۰ جولائی ۱۱ بجے دن انجمن ترقی اردو راجستھان کے ایک نمائندہ وفد نے زیر سرکردگی خان بہادر الطاف احمد خیری آر۔ اے۔ ایس ریٹائرڈ صدر انجمن ترقی اردو راجستھان۔ چیف منسٹر راجستھان شری موہن لال سکھاڈیہ سے ملاقات کی۔ اس وفد میں ماسٹر نندلال نگم ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر مہاراجہ اسکول جے پور۔ شیخ محمد حسین ایڈوکیٹ کوٹہ۔ مولوی احترام الدین احمد شاغل جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان شامل تھے۔ پنڈت ایس کے زتو سابق ڈائرکٹر تعلیمات ریاست جے پور ریٹائرڈ ایجوکیشن سکریٹری ریاست راجستھان بھی اس وفد میں جانے والے تھے مگر ناگہانی بیماری کے باعث نہ جاسکے۔ چیف منسٹر صاحب سے کل راجستھان اردو کنونشن منعقدہ جے پور کے منظور کردہ ریزولیوشنوں کی منظوری کی استدعا کی گئی کہ جن کی نقول پہلے ہی بھیجی جاچکی ہیں۔ چونکہ وزیر تعلیم راجستھان کا چارج بھی چیف منسٹر صاحب ہی کے پاس ہے اس لئے حسب ذیل امور مندرجہ ذیل ریزولیوشن کی بابت خاص طور پر عرض کیا گیا۔

(۱) جن طلبہ کی مادری زبان اردو ہے اُن کی ابتدائی تعلیم اردو کا انتظام درجہ اول سے درجہ پنجم تک کیا جائے کیونکہ یہ انتظام اب تک تمام راجستھان میں کہیں نہیں ہے۔ اور اس کی اشد ضرورت ہے۔

(۲) ذریعہ تعلیم ان طلبہ کے لئے جن کی مادری زبان اردو ہے۔ اردو رکھا جائے۔

(۳) حکومت ہند کی اس ہدایت کی پابندی کئے جانے کے احکام جملہ مدارس کے نام جاری کئے جائیں کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جس کلاس میں دس یا جس اسکول میں چالیس طلبہ اردو پڑھنے والے ہوں وہاں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اور یہ کہ اس حکم کی تعمیل بھی ہو ماتحت ملازمان طلبہ کے داخلہ میں دقتیں پیدا نہ کریں۔

(۴) سنسکرت کی تعلیم کو جو درجہ اول سے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یہ پابندی ختم کی جائے

(۵) جن ہائی اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام اب تک نہیں ہے اور وہاں مقررہ تعداد سے زیادہ طلبہ اردو لینا چاہتے ہیں اور ان کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہاں انتظام نہیں ہے۔ وہاں انتظام کیا جائے۔ اس بابت ایک کثیر تعداد کی دستخطی درخواستیں انجمن کو وصول ہوچکی ہیں اور ہورہی ہیں۔

(۶) جن کلاسوں میں اردو کو بطور اختیاری مضمون کے مان لیا گیا ہے ان کی کتابوں کے نام سلیبس میں درج کئے جائیں کیونکہ اختیاری مضمون تسلیم کرلینے کے باوجود کتابوں کے نام درج نہیں ہیں اور یہ کہ ان کتابوں کے دستیاب ہوتے رہنے کا بھی معقول انتظام کیا جائے۔

(۷) ایم۔ اے کے کلاسوں میں اردو کا انتظام کیا جائے جبکہ بی۔ اے تک اردو اختیاری مضمون ہے

بھوپال میں اُردو

کافی عرصے سے بھوپال کے علمی و ادبی حلقے اس بات کا مطالبہ کر رہے تھے کہ حمیدیہ کالج میں اردو میں ایم اے کلاسز کھولے جائیں۔ یہ بات باعث مسرت ہے کہ وہاں کے چیف منسٹر ڈاکٹر شرما کی توجہ اور کوشش سے بھوپال کے اردو دوست حلقے کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایم۔ اے کلاسز اسی سال کھل گئے ہیں۔

بھوپال اردو کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اردو میں ایم۔ اے کھل جانے سے وہاں کی علمی و ادبی فضا اور بہتر ہوگی اور بھوپال والوں کے کارنامے ادبی دنیا کے سامنے اور نمایاں ہوکر آئیں گے۔

چیف منسٹر نے ان امور کو ہمدردانہ طور پر غور سے سنا اور کہا کہ ایک چٹھی اور بھیج دی جائے۔

یہ استدعائیں تو بہ حیثیت وزیر تعلیم و وزیر اعلیٰ چیف منسٹر سے کی گئیں اور ان کے علاوہ حسب ذیل درخواستیں بہ حیثیت وزیر اعلیٰ ان سے اور کی گئیں جن کو انھوں نے غور سے سنا اور ضروری و مناسب کارروائی کے لئے وعدہ کیا۔

(۱) اردو میں لکھی ہوئی درخواستیں محکمات میں لواثہ کی جائیں۔

(۲) اردو میں لکھی ہوئی دستاویزات کی نسبت یہ پابندی ختم کی جائے کہ جب تک ان کا ہندی ترجمہ نہ ہو وہ داخل شہادت نہیں کی جاتی ہیں۔

(۳) ملازمتوں پر تقرر کرنے کے لئے ان لوگوں کو مساویانہ سہولتیں دی جائیں کہ جن کی مادری زبان اردو ہے اور پبلک سروس کمیشن کے تحت جو مقابلہ کے امتحانات ہوتے ہیں ایسے امیدواروں کو اجازت دی جائے کہ وہ جوابات اردو میں بھی لکھ سکیں۔

(۴) محکمہ مردم شماری کی ان بے عنوانیوں کا انسداد کیا جائے جو گزشتہ مردم شماری کے موقع پر ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ یہ کہ اردو کو مغربی ہندی کی ایک شاخ قرار دیا گیا۔ یا محض پردیسی مسلمانوں کی زبان کہا گیا۔ یا اردو بولنے والوں کی تعداد کو مضحکہ خیز طریق پر گھٹایا گیا۔ وغیرہ وغیرہ

بظاہر تو یہ وفد کامیاب ہی لوٹا۔

حیدر آباد

انجمن ترقی اردو حیدر آباد کے اردو ہال بلڈنگ فنڈ میں مزید ۳۲ مخیر اصحاب نے جملہ (۳۴۴۷) روپے کے عطیے دیے ہیں اور اس طرح جو عطیے اب تک اردو ہال بلڈنگ فنڈ میں جمع کئے گئے ہیں اس کی تعداد (۵۲۰۸۱) روپے تک جا پہنچی ہے۔

وارانسی (بنارس)

انجمن ترقی اردو بنارس کا سالانہ جلسہ ختم جون پر منعقد ہوا۔ بابو کرشن ناتھ پرشاد صاحب نے سالانہ رپورٹ اور گوشوارہ آمد و خرچ پیش کیا جسے منظور کیا گیا۔

جناب داتا رسول صاحب نے بنارس کے اردو مقدمے کے حالات تفصیل سے سنائے اور سال رواں کے لئے مندرجہ ذیل حضرات کا مجلس عاملہ کے لئے انتخاب ہوا۔

صدر:۔ بابو کرشن موہن صاحب وکیل۔ نائب صدر:(۱) جناب عبدالباری صاحب پرنسپل (۲) جناب ڈاکٹر آغا عبدالرشید صاحب منظر (۳) جناب عبدالرشید صاحب انصاری وکیل۔

سکریٹری جناب منشی داتا رسول صاحب

نائب سکریٹری :۔ جناب بابو سرجو پرشاد صاحب سنہا۔

سکریٹری شعبۂ ادب ۔ عبدالحق صاحب جوہر

سکریٹری نشر و اشاعت :۔ حسام الدین صاحب

خزانچی :۔ عبدالحلیم صاحب

آڈیٹر :۔ مولوی حبیب اللہ صاحب وکیل

ہماری زبان

یکم اگست ۱۹۵۶ء

لسانی اقلیتوں کے لئے تحفظات

ریاستوں کی نئی تنظیم پر غور کرنے کے لئے پارلیمنٹ نے جو سلیکٹ کمیٹی مقرر کی تھی، اس کے جلسے ۲ر جولائی سے ۱۴ر جولائی تک ہوئے۔ اس زمانے میں انجمن کے جنرل سکریٹری، کرنل بشیر حسین زیدی، ڈاکٹر عبدالعلیم اور حیات اللہ انصاری، کمیٹی کے مختلف ارکان سے ملے اور ان کو اردو کے مسئلے کی اہمیت بتائی۔ کمیٹی کے ممبران عام طور پر اردو کے جائز حقوق کی پاسداری کے خواہاں تھے۔ انجمن کے سکریٹری نے اس سلسلے میں جو نوٹ تیار کیا تھا وہ ممبران کو تقسیم کیا گیا اور پارلیمنٹ کے تمام ممبران کے پاس بھی بھیجا گیا۔ ۱۶ر جولائی کو کمیٹی کی رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش ہوئی۔ یہ بات تو اب واضح ہو گئی ہے کہ کمیٹی نے ابتدائی تعلیم کے مادری زبان میں دئے جانے کے متعلق دستور میں مناسب ترمیم کی سفارش کی ہے مگر ثانوی تعلیم، دفتری اور سرکاری اغراض کے لئے اقلیتوں کی زبان کے استعمال اور عدالتوں میں درخواستوں کے لئے جانے کے متعلق دستور میں تحفظ کرنے کے بجائے، ایک افسر کے تقرر کی تجویز کی گئی ہے جو ریاستی حکومتوں کو ان چیزوں کی طرف توجہ دلائے گا۔ ممبران میں سے پانچ ممبروں نے اپنے اختلافی نوٹ میں وہی بات کہی ہے جس پر انجمن برابر زور دیتی آئی ہے یعنی لسانی اقلیتوں کے لئے دستور میں تحفظات رکھے جائیں۔ صرف سفارشات سے کام نہیں چلے گا۔

اب یہ مسئلہ پارلیمنٹ کے سامنے ہے کچھ لوگ جنہیں جمہوریت پر مطلق بھروسہ نہیں ہے اور جو جذبات کی وجہ سے جلد گھبرا جاتے ہیں، یہ پیشین گوئی ابھی سے کر رہے ہیں کہ پارلیمنٹ کچھ نہیں کرے گی ہم کو اس سے اتفاق نہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جیسے جیسے اردو کا کیس صاف اور واضح طور پر لوگوں کے سامنے آتا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ انصاف کے لئے فضا بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ اب بہت سے ایمان دار کانگریسی، کمیونسٹ اور سوشلسٹ اردو کے حق کو تسلیم کرتے ہیں یوں بھی وہ آزاد طبقہ جو کسی پارٹی سے وابستہ نہیں ہے مگر قومی مسائل پر سنجیدگی سے غور کرتا ہے۔ اردو کی اہمیت کو مانتا ہے۔ اردو والے اب تنہا نہیں ہیں ان کے ساتھ دوسری لسانی اقلیتوں کے لوگ بھی ہیں۔ ہر زبان جو ایک جگہ اکثریت میں ہے، دوسری جگہ اقلیت میں ہے اس لئے اب یہ صرف اردو کا مسئلہ نہیں رہا، بلکہ پورے ملک کا مسئلہ بن گیا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ لسانی اقلیتوں کو پوری طرح مطمئن کرنے کے لئے ابتدائی تعلیم، ثانوی تعلیم، سرکاری اور دفتری اغراض اور ملازمتوں کے لئے امتحانات، سب میں ان کے حقوق دستور کی رو سے تسلیم کئے جائیں اور اس غرض سے دستور میں ترمیم کی جائے۔ ہم اس مسئلے کو صرف اردو والوں کے نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتے، بلکہ سارے ملک کے مفاد کے لئے، اور ملک کی آئندہ ترقی کے لئے اسے ضروری سمجھتے ہیں، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارا کام صرف ان مطالبات کو منوانے پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ ان کو منوانے کے بعد ان کو نافذ کرانا بھی ہمارا کام ہوگا۔ ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ صرف دستوری تحفظات سے اردو زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس کے لئے اردو والوں کو بھی بیدار اور سرگرم عمل ہونا چاہیئے۔ انہیں ملک کی ترقی اور ملکی زبانوں کی مقبولیت میں حصہ لینا چاہیئے انہیں اپنے آپ کو اکثریت کے لئے ناگزیر بنا دینا چاہیئے۔ اردو کے حقوق کو حکومت سے منوانا پہلا کام ہے۔ اور یہ کام ہمیں کرنا ہی ہے چاہے اس میں کتنی دیر لگے، مگر صرف اسی کو "خلاصہ فریاد" نہیں سمجھنا چاہیئے ؎

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

"قومی زبان" کراچی کے یکم جولائی کے اداریے میں "سید سجاد ظہیر صاحب کی خوش فہمی" کے عنوان سے جو غیر ذمہ دارانہ اور طفلانہ باتیں کہی گئی ہیں انھیں دیکھ کر ہمیں بہت افسوس اور رنج ہوا۔ "قومی زبان" انجمن ترقی اردو پاکستان کا آرگن ہے اور ہمیں توقع تھی کہ اس میں جو کچھ لکھا جائے گا وہ سنجیدگی اور دیانت کے خلاف نہ ہوگا لیکن "قومی زبان" کے ایڈیٹر نے سجاد ظہیر صاحب پر اعتراض کے سلسلے میں پنڈت جواہر لال نہرو کے متعلق جو گہر افشانی کی ہے اور "اردو کے پرستاروں کی غیرت" کا مظاہرہ کرنے کے لئے ٹنڈن جی اور ان کے ہم خیال لوگوں کی حکومت آنے کا جو اشتیاق ظاہر کیا ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ غصے میں کس طرح ذہنی توازن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ سجاد ظہیر صاحب کی اس رائے سے ہمیں بھی اتفاق نہیں کہ مولوی عبدالحق صاحب پاکستان میں اردو کے مستقبل سے مایوس ہیں۔ ہم مولوی صاحب سے ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کی گواہی دے سکتے ہیں کہ مولوی صاحب اردو کے مستقبل سے کبھی مایوس نہیں ہو سکتے۔ انھوں نے ساری عمر اردو کے لئے جدوجہد کی ہے اردو کے خلاف ہندستان اور پاکستان میں جب بھی کوئی آواز اٹھی ہے، مولوی صاحب نے اپنی پوری قوت سے اس کا مقابلہ کیا ہے اور آج بھی وہ مخالفتوں اور دشواریوں کے باوجود اردو کے لئے سینہ سپر ہیں، لیکن مولوی صاحب کی گرانقدر خدمات کے اعتراف کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پنڈت جواہر لال نہرو پر نازیبا حملے کئے جائیں اور ان کی مسلمہ اردو دوستی سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ پنڈت جی نے ہندستان کو ذہنی اور مادی اعتبار سے جس بلندی پر لے جانا چاہتے ہیں ابھی ہم اس سے بہت دور ہیں مگر اس وجہ سے پنڈت جی کی ان تھک کوششوں کو نظر انداز کرنا انصاف سے بعید ہوگا۔ اسی طرح پنڈت جی اردو کو ہندستان میں اس کا جائز مقام دلانا چاہتے ہیں۔ ان کی تقریروں اور بیانات کو "قومی زبان" کا نو آموز اڈیٹر دور دراز کراچی میں بیٹھا ہوا 'سراب' سمجھے تو سمجھے لیکن نئے ہندستان کی سیاسی و تہذیبی گروہوں کو غور سے اور قریب سے دیکھنے والے ان کی اہمیت، اثر اور وزن و وقار کو جانتے اور مانتے ہیں یہ سچ ہے کہ پنڈت جی جن کی زبان بقول "قومی زبان" اردو کی تعریفیں کرتے کرتے خشک ہوتی ہے اپنے صوبے میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم نہ کرا سکے، لیکن یہ قطعی جھوٹ ہے کہ وہ "شاید اسے ضروری بھی نہیں سمجھتے"، جو شخص پنڈت جی کے اخلاقی اور ذہنی معیار سے کچھ بھی واقف ہے وہ ان پر منافقت کا الزام نہیں لگا سکتا۔ پنڈت جی کے خلوص اور ان کی نیک نیتی کا ان کے سخت سے سخت مخالف بھی اعتراف کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ "قومی زبان" کے ایڈیٹر کو کم بینی کی وجہ سے یہ روشن حقیقت نظر نہ آئی۔

آگے چل کر پنڈت جی پر ایک اور اتہام ہے ارشاد ہوتا ہے کہ "یہی وہی پنڈت جواہر لال نہرو تو ہیں جنھوں نے باصرار اور ضد کرکے عثمانیہ یونیورسٹی کو تباہ کیا اور اس کا دارالترجمہ بند کردیا۔" قطع نظر اس کے کہ اس جملے میں بیچ کے ساتھ وہی لانا "قومی زبان" کے ایڈیٹر کے لئے ناقابل معافی ہے، واقعہ یہ ہے کہ پنڈت جی نے نہ عثمانیہ یونیورسٹی کو تباہ کیا نہ اس کا دارالترجمہ بند کیا۔ یہ فعل حیدرآباد کی حکومت کا ہے اور ہندستان کے قانون کے مطابق صوبائی حکومتیں اپنے اندرونی معاملات میں پوری طرح آزاد ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں اردو کی جگہ دوسری زبانوں کو لانے کی ذمہ داری وہاں کی وزارت پر عاید ہوتی ہے، پنڈت جی کو اردو سے چڑ نہیں ہے وہ اردو کی قدر کرتے ہیں اور اس کی ترقی چاہتے ہیں۔ پنڈت جی ہندستان کے ڈکٹیٹر نہیں ہیں وہ ایک جمہوری ریاست کے وزیراعظم ہیں اور جمہوری طریقہ کار پر چلتے ہیں ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر کوئی ہوش مند آدمی ان کا احترام کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"قومی زبان" کا یہ ارشاد کہ جب تک بھارت میں شری رام کرشن اور پنڈت جواہر لال نہرو جیسے اصحاب کی حکومت ہے اردو کو کبھی فروغ نہیں ہو سکتا اردو کو فروغ اس وقت ہوگا جب بھارت میں حکومت ٹنڈن جی سمپورنانند جی اور پنت جی کی ہوگی۔ اردو

-(بقیہ [illegible])

اُردُو دُنیا

مسٹر ترلوکی سنگھ کا بیان

پرجا سوشلسٹ پارٹی کے جنرل سکریٹری شری ترلوکی سنگھ نے پریس کو ایک بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ یوپی کی عدالتوں دفتروں اور درسگاہوں سے جس طرح اردو نکالی گئی ہے اس سے ہندو مسلم سکھ عیسائی ہر فرقہ کے عام اردو داں سرکاری ملازمین وکلا اور طلباء وغیرہ کو پریشانی ہوتی ہے اور ریاست کی آبادی کا ایک معتدبہ حصہ سخت ذہنی کوفت اور دلی کرب میں مبتلا ہے۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ اردو یوپی کی ایک قابل لحاظ آبادی کی مادری زبان ہے جس آبادی کی یہ مادری زبان ہے اس میں ریاست کی ۸۰ لاکھ سے زائد مسلم آبادی اور غیر مسلم آبادی کا ایک بڑا طبقہ جو خصوصاً مغربی اضلاع میں اور پوری ریاست کے شہروں اور قصبوں میں پایا جاتا ہے شامل ہے انھوں نے کہا کہ اتنی بڑی اقلیت کو لسانی حقوق نہ دینا جمہوریت کے منافی ہوگا۔

مسٹر سنگھ نے کہا کہ عدالتوں میں لوگوں کو اردو میں درخواستیں اور بیان تحریری وغیرہ دینے کی آزادی ہونا چاہئے۔ جہاں ضرورت ہو ان کا ہندی ترجمہ بھی منسلک کر دیا جائے۔

انھوں نے کہا کہ حکومت کی سکریٹریٹ اور دوسرے سرکاری دفتروں اور اداروں میں بھی یہ اصول چلنا چاہئے کہ سرکار کو جو بات پبلک تک پہنچانا ہو وہ اردو میں بھی اردو والوں کو جو بات سرکار تک پہنچانا ہو وہ اردو میں پہنچا سکیں۔

ابتدائی تعلیم

بچوں کو مادری زبان میں اردو تعلیم دینے کے بارے میں انھوں نے تجویز کیا کہ حکومت نے اردو میں بنیادی تعلیم دینے کے انتظامات کے لئے اسکول میں چالیس یا کسی ایک کلاس میں دس اردو پڑھنے کے خواہش مند طالب علموں کی موجودگی کی جو شرط لگائی ہے اس کا اطلاق شہروں اور قصبوں کے اسکولوں پر نہیں ہونا چاہئے شہروں اور قصبوں کے ہر ابتدائی اسکول میں اردو پڑھانے کا انتظام ہونا چاہئے لیکن دیہات کے ابتدائی اسکولوں کے لئے اس پابندی کو ڈھیلا کیا جا سکتا ہے۔

ثانوی تعلیم

انھوں نے یہ بھی تجویز کیا کہ ہائر سکنڈری درجات تک ان مقامات کے علاوہ جہاں ایک سے زائد اسکول ہوں تمام اسکولوں میں اردو پڑھانے کا انتظام ہونا چاہئے جن مقامات پر ایک سے زیادہ اسکول ہیں وہاں اس کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ قریب کے کسی اور اسکول میں اردو پڑھانے کا انتظام ہو۔ بعض اسکولوں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے مثلاً لکھنؤ میں جہاں متعدد ہائر سکنڈری اسکول ہیں تقریباً نصف کو اردو کی تعلیم کا انتظام کرنے سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے مستثنیٰ کرنے کا اختیار

اُردُو مصنفوں کے لئے

لکھنؤ ۱۰ر جون۔ حکومت یوپی نے صوبہ کے اردو مصنفین کو ان کی آرٹ سائنس اور ادب کی بہترین تصنیفات پر انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ مصنفوں کو چاہئے کہ وہ جنوری ۱۹۶۶ء کے بعد شائع ہونے والی تصنیفات حکومت کے پاس بھیجیں ان تصنیفات پر شائع ہونے کی تاریخ صاف صاف درج ہونا چاہئے۔ غیر مجلد پروف کے نسخے اور اخبارات کے تراشے قبول نہیں کئے جائیں گے غیر شائع شدہ تصنیفات کے مسودے بھی قبول کئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ مصنف اس بات کا یقین دلائے کہ وہ انعام حاصل ہونے کے ایک سال کے عرصے میں اسے شائع کرائے گا۔ صرف اصل تصنیفات پر ہی غور کیا جائے گا اور ترجمے قبول نہیں کئے جائیں گے۔ جب تک کہ وہ ممتاز درجہ و افادیت کی حیثیت نہ رکھتے ہوں۔

مصنفین کو اپنی شائع شدہ تصنیفات کے چھ نسخے اور مسودات کا ٹائپ شدہ مجلد نسخہ سکریٹری محکمہ تعلیم (۱) حکومت یوپی کونسل ہاؤس لکھنؤ کے پاس ۱۵ر نومبر ۱۹۶۸ء تک بھیج دینا چاہئے۔

مصنفین کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تصنیفات بذریعہ رجسٹرڈ پارسل مع اے ڈی ارسال کریں جس میں ایک خط منسلک ہو جس پر ان کا مستقل پتہ درج ہو نیز کتاب کے سرورق پر بھی پتہ درج ہونا ضروری ہے۔

ڈپٹی ڈائرکٹروں یا ڈسٹرکٹ انسپکٹروں کو دیا جاسکتا ہے اردو کی اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں مسٹر سنگھ نے تجویز کیا کہ یوپی کی ہر یونیورسٹی میں پہلے کی طرح اردو کا ایک الگ شعبہ ہونا چاہیئے۔

آخر میں پرجا سوشلسٹ لیڈر نے کہا کہ محض وزیروں کے بیانات اور حکومت کی گشتیاں اردو کے مفاد کے تحفظ کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اردو کو قانونی شکل میں حقوق ملنا چاہیئے تاکہ اگر کہیں اردو کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہو تو عدالت سے رجوع کیا جا سکے۔

مسٹر حیات اللہ انصاری کے ساتھ اپنی جیہ کی گفتگو میں مسٹر ترلوکی سنگھ نے نہ صرف یہ کہ اردو کے مقصد کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی اور حمایت کا اظہار کیا بلکہ ایسے قیمتی اور پرخلوص مشورے بھی دئے جو جدوجہد کو کامیاب بنانے میں بہت معاون ہو سکتے ہیں۔

(امر اردو)

ناپارہ میں اردو

ناپارہ (ریندیلیہ ٹاک) یہاں اسکولی مہم کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس کے لئے ایک کمیٹی انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخ نے بنادی ہے اس کے کنوینر یہاں کے مشہور کارکن امین چغتائی مقرر ہوئے ہیں

پتہ چلا ہے کہ اس سلسلے میں ڈسٹرکٹ بورڈ بہت بے توجہی برت رہا ہے کئی بار ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولس کے یہاں سے اردو میں تعلیم دینے کے احکام جاری کئے گئے لیکن ان پر عمل نہیں کیا گیا۔ (قومی آواز)

اردو بزم خواتین

لکھنو ۸ر جولائی اردو بزم خواتین کا ایک عام جلسہ بیگم ڈاکٹر امین صاحبہ کی صدارت میں ہوا۔

سکریٹری بزم خواتین ڈاکٹر بیگم رفیق حسین صاحبہ نے مجلس عاملہ کی رپورٹ سنائی اور بتایا کہ بزم خواتین کی مجلس عاملہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ۱۰ر جولائی سے اردو ہفتہ منایا جائے اور اسکولی مہم باقاعدہ طور پر چلائی جائے سلطانہ حیات صاحبہ نے اپنی تقریر میں پروگرام کی وضاحت کی۔

(قومی آواز)

اردو ڈرامے کی مقبولیت

حیدرآباد کے ہندی سیشن میں نائن آرٹس اکیڈیمی کی طرف سے پیش کئے ہوئے ڈرامے "جنگ کے بعد" کو راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند نے بہت پسند فرمایا۔ اس ڈرامے کے مصنف مسٹر محسن علی ہیں۔ ہدایت کاری کے فرائض مسٹر ملک یار جنگ اور حیات اللہ نے انجام دئے خواجہ حمیدالدین شاہد اس ڈرامے کے کنوینر تھے۔ کیپٹن ظہیر کا پارٹ مسٹر رضی نے بڑی خوبی سے پیش کیا جس پر ڈاکٹر چنا ریڈی وزیر زراعت نے ایک سو روپیہ بطور انعام عطا فرمائے مسٹر ولی اور مسٹر سعادت نے لاجواب میک اپ کیا۔ مسٹر ناہید رضی، مس رکیہ، مظہر اسراری اور مجید مقبولؔ نے مختلف کرداروں کی حیثیت سے ناظرین سے خراج تحسین حاصل کیا اس ڈرامے کو ناگری رسم خط میں منتقل کر کے آندھرا اور مدراس اسٹیٹس میں پیش کیا جائے گا۔

(سیاست حیدرآباد)

اردو کلب کرنول

کرنول کے اردو دوست حضرات نے ایک اردو کلب چند تعمیری مقاصد کے ساتھ قائم کیا ہے۔ جس کے حسب ذیل حضرات عہدہ دار ہیں۔

چیرمین:۔ عبدالرحمٰن خاں صاحب ناصر
وائس چیرمین:۔ ایچ عبدالحفیظ صاحب
سکریٹری:۔ فضل الرحیم صاحب طرار
جائنٹ سکریٹری:۔ آر فخرالدین صاحب نیاز
ممبر:۔ آر محمد اسماعیل صاحب اور محمد انوار اللہ صاحب

ہندستانی زبانوں میں

ماسکو کے بیرونی زبانوں کے اشاعت گھر کے ہندستانی شعبے نے بچوں کی ایک کتاب "بوڑھے کا دستانہ" کی ۲۰ ہزار جلدیں شائع کیں جو ہندستان میں چند دن کے اندر اندر فروخت ہو گئیں۔ اس اشاعت گھر میں اردو ہندی اور بنگالی زبان میں کتابیں ترجمہ ہوتی اور شائع ہوتی ہیں۔ ہندستان کے لئے کتابوں اور ایڈیشنوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

(سوویٹ دیس)

آج کے ہندستان میں

ادیبوں کی ذمہ داری

ڈاکٹر راما سوامی آئیر نے بمبئی یونیورسٹی کے ہال میں ادیبوں کی ایک انجمن ڈبلیو، ای، این آل انڈیا سنٹر، کے ایک جلسے کے موقع پر "آج کے ہندستان میں ادیبوں کی ذمہ داری" کے موضوع پر تقریر فرمائی. اس جلسے کی صدارت بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر جان متھائی نے کی۔

ڈاکٹر آئیر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ شعر و ادب نے رہنماؤں اور سیاست دانوں سے زیادہ دیرپا اثر ڈالا ہے اور ہندستان میں تو خاص طور پر اس کے ادیبوں کا اثر پڑتا ہے۔

ہمارے رزمیہ رامائن، مہابھارت اور پرانوں کی اہمیت مسلّم ہے اس لئے کہ ان عظیم کارناموں میں ہماری قوم کی نفسیات اور کردار کی گہری چھاپ ہے اور ہماری امنگوں اور حوصلوں کا پرتو ہے۔ ابھی حال ہی میں بنکم چند چٹرجی اور ٹیگور نے ہمارے قومی شعور کی تجدید اور ہندستان کی سیاسی آزادی کی جدوجہد میں بڑا اہم فریضہ ادا کیا ہے۔

ہمارے نئے اقتصادی نظریوں کی ابتدا اور نشوونما ہیوم، مدھوسودن اور گاندھی جی کی تحریروں سے ہوئی ہے اور ہماری فکر و نظر کے ڈھالنے میں سوامی وویکانند، لوکمان تلک، گاندھی اور ڈاکٹر اینی بسنت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

ڈاکٹر آئیر نے اپنی تقریر میں بڑی صاف گوئی سے فرمایا کہ پچھلے دنوں ہم نے ایسا ادب تخلیق نہیں کیا ہے جو ہمارے ماضی کے شایانِ شان ہو یا ہمارے آج کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو غالباً ہم لوگ آزادی کی جدوجہد میں لگے رہے اور اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ دے سکے۔

ادب اپنے اندر بے پناہ طاقت رکھتا ہے یہ عوام کو طرفداری بھی کر سکتا ہے اور انھیں گمنامی کے غار میں بھی دھکیل سکتا ہے. ایک ادیب اپنی ذہنی توانائی کے بل بوتے پر ایک فرد یا عہد کو تباہ بھی کر سکتا ہے اور بنا بھی سکتا ہے۔ گبن اور میکالے اس کی نمایاں مثال تھے۔ اسی لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ادیب ذمہ دار، دیانت دار اور منصف بھی ہو

ادیب قوموں کے کردار اور اس کی قسمت پر ہمیشہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ روسو اور والٹیر کے نام اس ضمن میں مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ آج ہم اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ لیکن اشتراکیت ایک نمایاں اثر ڈال رہی ہے۔ ڈاکٹر آئیر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ کمیونسٹ چین میں ایک وفد کے رہنما کی حیثیت سے گئے تھے اور وہاں انھوں نے دیکھا کہ ادیب اور ناشر BROAD CASTER) کی شخصیت کا امتزاج نئے چین کی قومی تشکیل میں مدد معاون ثابت ہوا ہے۔ ڈاکٹر آئیر نے کہا کہ پچھلی جنگ عظیم نے ثابت کر دیا ہے کہ ادیب اور خاص طور پر صحافی اپنے قلم کو ناجائز اور غلط گمراہ کن مقاصد کے لئے بھی استعمال کر سکتا ہے

آخر میں ڈاکٹر آئیر نے ہندستانی ادب کے بارے میں چند اہم باتیں کہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ پچھلے چند برسوں میں شاعری، ڈراما اور ناول کے میدان میں ایسی کامیاب تخلیقات نہیں پیش کی جا سکیں جنھیں ٹیگور کے ہم پلہ رکھا جا سکے۔ یہ بات ہندستان کی بیشتر زبانوں کے ادب کے بارے میں کہی جا سکتی ہے اور تامل کے بارے میں تو میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ ہمارے ادب میں دوسرے درجے کی تخلیقات کے ہجوم نے صفِ اول کی تصانیف کو گھیر لیا ہے۔

سب سے پہلے ادیبوں کو یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ وہ ہنگامی چیزوں میں دب کر نہ رہ جائیں

(بقیہ ص ۱۰ پر)

معاصرین کی رائے

ملاحظات "آج کل"

قاضی عبدالغفار مرحوم کے بعد پروفیسر آل احمد سرور صاحب کا انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے باقاعدہ اور مستقل تقرر ہو گیا ہے۔ انجمن اور اردو دوستوں کے لئے یہ ایک فال نیک ہے۔ انجمن کے بہت سے کام جو قاضی صاحب مرحوم کی مسلسل ناسازی طبع کی بنا پر ادھورے پڑے تھے اب پایۂ تکمیل کو پہنچ رہے ہیں اور انجمن میں اب سرگرمی اور حرارت نظر آ رہی ہے ہمیں امید ہے کہ نئے انتظامات کے تحت انجمن ملک کی صحیح ادبی اور علمی خدمت کرنے میں پیش پیش رہے گی۔

ایک دو کے سوا اردو کا کوئی پبلشر جو اس ملک میں نظر نہیں آتا۔ اردو لغات ناپید ہے اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ نوراللغات، فرہنگ آصفیہ، جامع اللغات اور انگریزی اردو، انگریزی، فارسی، اردو ہندی اور متعلق لغت کی امداد سے اردو کا ایک جامع لغت مرتب کیا جائے۔ اگر یہ کام اس زمانے میں مشکل نظر آئے تو کم سے کم نوراللغات کو دوبارہ شائع کرنے کا انتظام تو ہو جانا چاہئے، یہ کام مکتبہ جامعہ یا انجمن کے سوا اور کون کر سکتا ہے ہمیں امید ہے کہ علمی حلقے اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ (انجمن نے اردو کی ایک جامع لغت شائع کرنے کے انتظامات شروع کر دئے ہیں ہماری زبان)

زبان اور گاندھی جی

زبان کے معاملے میں ہمیں آج بھی گاندھی جی کی بات پر اتنا ہی پورا یقین ہے جتنا آج سے دس برس پہلے تھا۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہندی کے نام سے جو نیاوٹی سمجھ میں نہ آنے والی، بے محاورہ، روکھی اور غلط زبان آج اس ملک میں چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ بہت دنوں نہیں چل سکتی۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ہندی اور اردو کی الگ الگ دھارائیں اس دیش میں بہت دنوں نہیں بہہ سکیں۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ہماری آگے کی قومی زبان یعنی دلی سرکار کی زبان اور صوبوں کے بیچ کے کام کی زبان وہی ملی جلی زبان ہو گی جسے گاندھی جی ہندستانی کہنا چاہتے تھے ملک کو اگر پنپنا ہے تو نفرتوں تنگ نگاہوں اور اندھے یقین کی شکتیاں دیر تک پریم، اصول اور سمجھ داری کی شکتیوں کو دبا نہیں رکھ سکیں۔ پر اب بھی روگ کچھ زور پر ہے

(ماہنامہ نیا ہند الہ آباد جون ۱۹۵۶ء)

ہندی کی ترقی کی راہیں

ہندی کے ارتقاء میں تین قسم کی رکاوٹیں پیش آئی ہیں سب سے پہلے ہندی کے ان نادان دوستوں نے ہندی کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی جنھوں نے ادق اور کٹھن الفاظ کو رواج و استعمال میں لانے کی کوشش کی آل انڈیا ریڈیو کی زبان اور بعض جلسوں میں حامیان ہندی کی تقاریر اس زبان کے ادق پن کا ثبوت دیتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مشکل زبان عوام میں آسانی سے قبولیت حاصل نہیں کر سکے گی۔ دوسری رکاوٹ جنوبی ہند میں پیش آ رہی ہے جہاں پر ہندی کے بارے میں غیر ضروری اور غیر صحت مندانہ اندیشے پیدا ہو گئے ہیں کہ ہندی کو ان پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ یا شمالی ہند، جنوب پر اپنا اثر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تیسری رکاوٹ یوپی میں اردو کے ساتھ ہندی کا سلوک ہے۔ یوپی کے حامیان ہندی نے اردو کو ایک بدیشی زبان سمجھ لیا ہے۔ اور وہ اردو کے ساتھ مسلسل ناانصافی پر کمربستہ ہو گئے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بھول رہے ہیں کہ اردو اور ہندی ایک ہی شاخ کے دو پھول ہیں۔ دونوں میں جس قدر گہرا تعلق ہے ہندستان کی بہت کم زبانیں اس کی مثال پیش کر سکیں گی۔ ملک میں عام فہم اور قومی زبان کی ضرورت کو اردو اور ہندی کا امتزاج اور اتحاد ہی پورا کر سکتا ہے۔ لیکن تنگ نظری کے باعث حامیان ہندی، اردو کو اس کا جائز مقام دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اور

اس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ ایک طرف تو اردو کے ساتھ نا انصافی ہورہی ہے اور دوسری طرف دونوں زبانوں کے تعاون سے ہندی کے مقبول عام بننے میں رکاوٹ پیدا ہورہی ہے۔ حیدرآباد میں ہندی کے مستقبل کو محض اس لئے روشن اور تابناک بتلایا جاتا ہے کہ اردو جاننے والے آسانی سے ہندی سیکھ سکتے ہیں چونکہ دونوں زبانوں میں صرف بال برابر فرق ہے۔ اگر یوپی اور دوسرے صوبوں میں حیدرآباد کی ہندی انجمنوں کی تقلید کی جائے یعنی اردو اور دوسری زبانوں کے ساتھ تعاون کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندی جلد از جلد ترقی نہ کرے؟

(اداریہ سیاست حیدرآباد)

خاموش اعداد کی گویائی

حیدرآبادی روزناموں سے

"حیدرآباد ۲۲ جون انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اکنامکس نے ۵۵-۱۹۵۴ء میں جو شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کا معاشرتی و معاشی سروے کیا تھا اس کی رپورٹ جو شائع ہوئی ہے۔ اور جس میں ۹۹۸م خاندانوں کا سروے کیا گیا ہے۔ اس میں یہ درج ہے کہ اس خطہ میں مادری زبان۔

اردو والوں کی ۴۰٫۱ فیصدی ہے

تلنگی والوں کی ۳۹٫۲ فیصدی ہے

اور ان کے بعد نمبر ہندی، مرہٹی، تامل اور کنڑی کا ہے۔

علاقائی طور پر شہر تلنگی زبان کے علاقہ میں ہے لیکن تعداد اردو مادری زبان والوں کی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ پچھلی دو صدیوں میں شمال سے آمد زیادہ رہی"

(صدق جدید)

پربھات کی بات

"اردو کو محض اس لئے وجود میں لایا گیا تھا کہ بھارت کے لوگوں کو ایک ایسی سانجھی زبان مل سکے جسے یہاں زیادہ سے زیادہ لوگ سمجھ بھی سکیں اور بول بھی سکیں اگرچہ اس کی بنیادیں مغلوں کے عہد میں رکھی گئیں مگر اس کی تعمیر و ترقی کا کام انگریزی عہد میں ہوا کیونکہ

لوگ بڑی رغبت سے اردو پڑھتے رہے ہیں اور ہماری آج کی نسل میں اردو پڑھے لکھے لوگوں سے کئی گنا زیادہ ہے یہاں تک کہ جو لوگ ہندی کے سرگرم پرچارک اور حامی بھی ہیں، ہمارے یہاں ان کے بڑے اخبارات ہندی میں نہیں بلکہ اردو میں شائع ہوتے ہیں۔ عقل اور دانش مندی کی بات یہ تھی کہ جس زبان کو لنگوا فرانکا (ملک کی عام زبان) بنانے کے لئے ہی وجود میں لایا گیا، اور پھر جسے ترقی دینے کے لئے ہم سب پوری گرم جوشی سے کوشاں رہے۔ اسے ہی ملک کی سرکاری بھاشا بنایا جاتا لیکن چونکہ اس کی لپی فارسی والی تھی، اس لئے ان تنگ نظروں نے اس کی ڈٹ کر مخالفت کی، تعصب نے حق کی بصارت چھین لی تھی۔ کس قدر اندھیر کی بات ہے کہ آج دہلی کے اسکولوں میں بھی ہندی کو مسلط کردیا گیا ہے۔ حالانکہ دہلی والوں کی زبان اردو ہے اور جو لوگ ملک کی تقسیم کے بعد پنجاب سے جاکر دہلی میں آباد ہوئے ہیں۔ ہندی سے ان کا کوئی لگاؤ نہیں۔" (معاصر پربھات)

اردو کے حق میں بھٹنڈہ سے آواز

جس صورت میں کہ پٹیالہ یونین میں اردو قطعی ختم کی جاچکی ہو وہاں کی عدالتوں میں اردو کی کوئی درخواست قبول نہیں کی جاسکتی۔ وہاں کے کسی سکول میں بھی کسی طالب علم کے اردو پڑھنے کا کوئی انتظام نہیں اور تمام سرکاری دفاتر میں صرف پنجابی (گورمکھی) یا ہندی میں کاروبار ہوتا ہے۔ بھٹنڈہ (پٹیالہ یونین) کی یہ اطلاع بےحد دلچسپ ہے کہ وہاں کی میونسپل کمیٹی نے ہندستان کی مرکزی گورنمنٹ کے وزیر کمیونیکیشن مسٹر جگ جیون رام کو ایڈریس پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی قرار پایا ہے کہ یہ ایڈریس اردو زبان میں ہوگا۔

بھٹنڈہ کی میونسپل کمیٹی کا یہ فیصلہ اردو زبان کے متعلق بالکل وہ حیثیت رکھتا ہے جیسے تاریک رات میں ایک جھونپڑے سے چراغ جلانے کی کوشش کی جائے۔ (ریاست دہلی)

بقیہ: ادارتی نوٹ

نے مخالفتوں میں پرورش پائی ہے اور اب بھی ایسی حالات میں ابھرے گی اور بڑھے گی"۔ نہایت مضحکہ خیز ہے۔ ٹنڈن جی اور سمپورنا نند جی اور پنت جی کی اردو دشمنی کی حمایت "قومی زبان" کو مبارک ہو۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم دوست اور دشمن کو پہچانتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اگرچہ پنڈت جواہر لال نہرو ابھی تک اردو کو اس کا حق نہیں دلوا سکے، مگر ان کی مسلسل تقریروں سے بھی اردو دشمنی کم ہوئی ہے اور اردو کے ساتھ انصاف کے لئے فضا سازگار ہو رہی ہے اور وہ دن دور نہیں کہ یوپی اور دوسرے صوبوں میں جہاں اردو کی قابل لحاظ آبادی ہے اردو کی سرکاری حیثیت تسلیم کر لی جائے۔ آج نہیں تو کل یہ حق ضرور تسلیم کیا جائے گا۔ قومی زبان کو اپنے گھر کی زیادہ فکر کرنی چاہئے۔ شاید اس کے ایڈیٹر نے مولوی عبدالحق کا رسالہ "پاکستان میں اردو کا المیہ" نہیں پڑھا ورنہ انہے وہاں اردو کی پوزیشن کو سنوارنے کی زیادہ فکر ہوتی اور ہندوستان میں اردو کے دوستوں اور دشمنوں کا اندازہ لگانے میں وقت ضائع نہ کرتا۔ گھر کے معاملات میں باہر والوں کی رائے زنی نہ صرف بیکار ہوتی ہے بلکہ مضر بھی۔

ہندوستان میں اردو کے حقوق کا تحفظ ہندوستان کے اردو بولنے والے خود کریں گے انہیں کسی ناصح ناداں کے مشوروں کی ضرورت نہیں۔

بقیہ: ہندوستان میں ادیبوں کی ذمہ داری

ادیبوں کو اپنے اندر رواداری کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے وہ رواداری جو دوسروں کا حق ہے۔ جو رامائن میں راون کو دی گئی ہے۔

ہندوستانی ادیبوں کو چاہئے کہ وہ اپنی ذات کو تین سمتوں کی طرف متوجہ کریں۔ اول تو انسانی شخصیت کی طرف ضروری توجہ دیں۔ دوسرے یہ کہ انہیں اس خیال سے ڈرنا یا خاموش نہ رہنا چاہئے کہ وہ غیر مقبول ہو جائیں گے تیسرے یہ کہ وہ ہندوستان کی بنیادی یکجہتی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں۔

(ماخوذ ادبی اکادمی۔ بمبئی)

بقیہ: تبصرے

یہ رنگ آفاق کا بھی دیکھا
کہ ہر فرداں چراغ لے کا
نئے فرداں چراغ لے کر
جھلک رہا ہے
نئے فرداں
بہمن بری کے نئے افق پر

(ص ۳۵)

بیکراں جذبۂ نفرت سے نہ انگیز کریں

(ص ۵۲)

یہ بے راہ روی استعارات میں خصوصیت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر "لوک مشرقوں کے پیچھے ساگر" (ص ۳۰-۳۱) "جمود کا دیا" ص ۳۵) "طوفان کا فانوس" (ص ۵۰) "بام د ایوان کے ساز" (ص ۵۲) وغیرہ وغیرہ ان استعارات کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ اصل معنی سے قرب و مشابہت نہیں رکھتے اور ان سے کوئی صحیح تصویر ذہن میں نہیں ابھرتی۔

جہاں تک نظموں کی معنوی خصوصیات کا سوال ہے ان کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا حسن شہیر صاحب کا کلام اس قدر مبہم اور پیچیدہ ہے کہ اس میں کہیں کہیں عدم مفہوم کا گمان ہونے لگتا ہے۔ اس کے باوجود بعض نظموں سے یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ شاعر کوئی بات کہنا چاہتا ہے لیکن وہ اپنے تجربے کو شعوری طور پر جذب و تحلیل نہیں کر سکا ہے۔ مختصر یہ کہ "انگاروں کے گیت" پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے کہ حسن شہیر صاحب کے فن میں ابھی اصلاح کی زبردست گنجائش ہے۔

(ڈاکٹر نجیب الرحمٰن)

ادبی حادثہ

اخبار پریس کو جا رہا تھا کہ یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ علامہ رضا علی وحشت کا ڈھاکہ میں انتقال ہو گیا۔ خدا اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

تبصرے

اخبار نویس

مصنف:۔ کنسٹنٹن سیمونوف
مترجمہ:۔ عبداللہ ملک
قومی دارالاشاعت لاہور،
قیمت ایک روپیہ چار آنے

سیمونوف روس کے ان ادیبوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں جو ابھی زندہ ہیں۔ تاحال ان کی متعدد نظم و نثر کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ان میں سے کئی ایک کے ترجمے انگریزی میں کئے جا چکے ہیں۔ "اخبار نویس" ان کا لکھا ہوا ڈراما ہے جسے عبداللہ ملک صاحب نے اردو میں ترجمہ کر کے پیش کیا ہے۔ یہ تین ایکٹ کا ڈراما امریکہ کے موجودہ حالات سے متعلق ہے ہیری اسمتھ ایک دیانت دار صحافی ہے جس سے روس کی مذمت میں کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مطالبہ کرنے والا نیویارک کے ایک مشہور اخبار کا ایڈیٹر اور مالک ہے اسکے ساتھ ساتھ کئی اور اخباروں کا حصہ دار ہے جو سرد جنگ کی فضا سے فائدہ اٹھا کر کانگریس کے چناؤ میں اپنے لئے کامیابی کی راہ نکالنا چاہتا ہے۔ ہیری اسمتھ کی کتاب سے اس کے مقاصد پورے ہوتے نظر نہیں آتے کیونکہ اس میں روس کی جارحانہ پالیسی کے متعلق غلط الزامات کی تردید کی گئی ہے۔ یہ کتاب نہیں چھپتی ہیری اسمتھ کو بے روزگاری سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور آخرکار اس کی بیوی بھی آنے والی مصیبتوں کے خیال سے ڈر کر اسے چھوڑ دیتی ہے۔

"اخبار نویس" میں اجارہ داری اور سرد جنگ کے مضر اثرات دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اس کے زیادہ تر کردار اپنے سماجی حالات کا شکار ہیں اور چونکہ وہ ان سے بغاوت نہیں کر سکتے لہٰذا مجبوراً ضمیر فروشی کرتے اور اپنی ذہنی چبھن مٹانے کے لئے شراب پیتے ہیں ڈرامہ دلچسپ ہے اور اس کے ترجمے میں روانی اور سلاست کا خیال رکھا گیا ہے۔ کبھی کبھی یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ زبان و بیان کو بہتر بنایا جا سکتا تھا اور وہ خامیاں دور ہو سکتی تھیں جو عموماً نقلی ترجمہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ بہرحال یہ اتنی کم ہیں کہ ان سے ترجمے کی مجموعی افادیت پر اثر نہیں پڑتا کتابت اور طباعت گھٹیا قسم کی ہے لیکن اس کے بارے میں کچھ کہنا لاحاصل ہے کیونکہ اردو کتابوں کے لئے یہ ایک عام بات ہو گئی ہے۔

انگاروں کے گیت

مصنف حسن شہیر

کتابستان الہ آباد، ۱۹۵۵، قیمت ۲/۸ روپے

ہمارے دور کی اردو شاعری میں مغربی اثرات کے تحت اشاریت نے اپنا مستقل مقام پیدا کر لیا ہے فیض، راشد اور میراجی نے اس سلسلے میں تجربے کئے ہیں اور شاعری کو بوسیدہ، روایتی اور پیش پا افتادہ عناصر سے پاک کر کے ایک نیا آہنگ اور لہجہ دینے کی کوشش کی ہے۔ ان سے جو ہمعصر شعرا متاثر ہوئے ہیں ان میں حسن شہیر صاحب کا شمار بھی کیا جا سکتا ہے جن کا زیر نظر مجموعہ "انگاروں کے گیت" گزشتہ سال شائع ہوا ہے۔

"انگاروں کے گیت" کی بیشتر نظمیں آزاد اور غیر مقفیٰ ہیں۔ ان کے انداز بیان میں ایک جدت ملتی ہے جس کا غالباً شعوری طور پر لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ کتاب کے مقدمے میں شاعر نے اس خواہش کا اعتراف کیا ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکے خود کو قدامت پرستی سے بچائے رکھے (ص ۲۲)۔ بظاہر یہ صفت ان نظموں کی پسندیدگی کی ضامن ہونی چاہئے لیکن احساس یہ ہوتا ہے کہ شاعر محض خوشنما الفاظ سے کھیل رہا ہے جس کی غایت قاری کے ذہن کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ شاید اسی رویے کا نتیجہ ہے کہ کہیں کہیں الفاظ غلط طور پر اور بے پروائی سے استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً ذیل کے اقتباسات میں "دیدہ ور" "فراواں" اور "انگیز"

لہرایا دیدہ ور، سنہرا
ہلکا گہرا، نرم و نازک
سازِ نگہ کا رخت حریری (ص ۲۹)

(بقیہ ص ۱۰ پر)

انجمن کی کتابیں

اردو ہندی ڈکشنری

انجمن نے چھ سال کی مسلسل محنت اور ماہرین لسانیات کی مدد سے یہ لغت تیار کی ہے

اس لغت میں دس ہزار سے زاید الفاظ سے بیس ہزار کے قریب مترادفات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ہندی لفظوں کے صحیح تلفظ کی وضاحت کے لئے ہر لفظ کا تلفظ رومن رسم خط میں لکھا گیا ہے

قیمت -/۲۰ روپے

چند اہم کتابیں

(۱) ایک مشرقی کتب خانہ — مبارز الدین رفعت — قیمت -/۳ روپے
(۲) اسلامی فن تعمیر — " " — -/۴ "
(۳) کچھ زر کی بابت — ابو سالم — " ۴/۸ "
(۴) لسانیات کے اصول — پروفیسر ہارون خاں شروانی
(تین حصے) حصہ اول -/۲ حصہ دوم -/۲ حصہ سوم ایک روپیہ
(۵) باپو کے قدموں میں — ڈاکٹر راجندر پرشاد — مکمل سٹ -/۱۵ روپے
(۶) قومی تہذیب کا مسئلہ — ڈاکٹر عابد حسین — ۵/۸ "

سہ ماہی

اردو ادب

زیر ادارت پروفیسر آل احمد سرور

تازہ شمارے کے چند مضامین

(۱) نظیری اور اس کا اثر غالب کی شاعری پر — ڈاکٹر نذیر احمد، لکھنؤ یونیورسٹی
(۲) مصحفی اور ان کے تلامذہ — نسیم احمد فریدی (امروہہ)
(۳) لکھنؤ اسکول کی شاعری میں آتش کا مقام — معین الدین حسن کاکوروی
(۴) جلبہ تہذیب — محمد عتیق صدیقی
(۵) غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر — اسلوب احمد انصاری

سالانہ چندہ -/۱۰ روپے

قیمت ۲/۸ روپے

انجمن ترقی اردو (ہند)

میر تقی میر

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

میر کی حیات و شاعری پر بہت اہم تصنیف ہے
میر کی شاعری اس عہد کے تاریخی حالات اور پس منظر
اردو ادب میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے۔

قیمت -/۱۲ روپے

غالب پر دو اہم کتابیں

احوال غالب (غالب کی حیات پر)
قیمت -/۹ روپے

نقد غالب (تنقیدی مضامین)
قیمت -/۱۰ روپے

شعرا کے انتخابی سلسلے کی ۶ کتابیں

(۱) مجاز — قیمت ۱۲ر آنے
(۲) فیض — " — ۱۲ر "
(۳) اختر شیرانی — " — ۱۲ر "
(۴) مجروح سلطانپوری — " — ۱۲ر "
(۵) جوش ملسیانی — " — ۱۲ر "
(۶) احمد ندیم قاسمی — " — ۱۲ر "

● پرنٹر: آل احمد سرور
● نیشنل پرنٹرس کمپنی